پروفیسر محمد ایوب قادری

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

نجیب آباد (ضلع بجنور، صوبہ یوپی) کا مشہور قصبہ ہے۔ اس کو نواب نجیب الدولہ نے آباد کیا تھا۔ اس زمانے کی کئی تاریخی عمارتوں کے کھنڈر آج بھی بے ثباتیٔ عالم کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ نواب نجیب الدولہ نے دہلی کی سیاست میں مثبت کردار ادا کیا اور ۱۷۶۱ء کی پانی پت کی لڑائی میں مرہٹوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ نجیب الدولہ کے دورِ اقبال میں بنیر، سوات و باجوڑ وغیرہ کے بہت سے قسمت آزما روہیل کھنڈ میں آئے۔ ان ہی میں ایک صاحب سید شاہ خاں بھی تھے۔ وہ ہندوستان پہنچ کر نواب نجیب الدولہ کے دامنِ دولت سے وابستہ ہو گئے۔ حسبِ ضرورت فوجی و انتظامی خدمات انجام دیں۔ نہ معلوم کیا اسباب ہوئے کہ سید شاہ خاں، اپنے دو خورد سال بچوں احمد شاہ خاں اور ضامن شاہ خاں کو ہندوستان میں چھوڑ کر بنیر واپس چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان دونوں بھائیوں نے اپنے ماموں احمد خاں کی سرپرستی میں پرورش و تربیت پائی۔ اپنے باپ کی طرح نواب نجیب الدولہ کے جانشینوں کی سرکار میں خدمات انجام دینے لگے اور اکثر مواقع پر بہادری و تہوری کا مظاہرہ کیا۔

ضامن شاہ خاں کے بیٹے مظفر شاہ خاں ہوئے جنھوں نے عہدِ انگریزی کی کفر سامانیاں دیکھیں۔ خاندانِ نجیب الدولہ کی بربادی اور زبوں حالی ان کی نظروں سے گزری۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کا واقعہ ہائلہ اُن کے سامنے رونما ہوا جس میں انھوں نے مردانہ وار حصہ لیا۔ نواب محمود خاں نے مظفر شاہ خاں کو نجیب آباد کے حدودِ شمالی (ہلدوکھاتہ) کا نگران مقرر کیا تھا۔

انگریزوں نے کامیاب نہ ہونے کے بعد سخت انتقام لیا۔ بعد از خرابی بسیار مظفر شاہ خاں کی رہائی عمل میں آئی مگر جائداد ضبط ہوئی اور مکانات ڈھا دیے گئے۔ ان ہی مظفر شاہ خاں کے بیٹے مولوی نادر شاہ خاں ہوئے، جو تقریباً ۱۸۴۶ء میں نجیب آباد میں پیدا ہوئے۔ نادر شاہ خاں نہایت جری و بہادر تھے۔ ان کی تعلیمی کیفیت اور تحصیلِ علم کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی مگر فارسی میں انھیں اعلیٰ دسترس حاصل تھی اور عربی سے بھی واقف تھے۔ وہ جنگلات کے ٹھیکے لیتے تھے۔ فکر و نظر کے اعتبار سے ولی اللّٰہی خاندان سے وابستہ تھے اور اسی فکری ماحول

میں ان کی تربیت ہوئی تھی۔ ۱۹۲۷ء میں مولوی نادر خاں شاہ کا انتقال ہوا۔

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، مولوی نادر شاہ خاں کے بیٹے تھے۔ ۱۸۷۵ء میں قصبہ نجیب آباد محلہ پٹھان پورہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اور فارسی ادب کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ مڈل سکول کا امتحان پاس کیا۔ عربی کی تعلیم متوسطات تک ہوئی مگر مطالعہ نے اس نصابی کمی کو پورا کردیا۔ قرآن پر بڑا عبور حاصل تھا۔ حسب ضرورت علمِ طب بھی پڑھا۔ انگریزی میں خط و کتابت کر لیتے تھے، ان کی طبیعت کو شعر گوئی سے بھی مناسبت تھی۔ حکیم جمشید علی خاں اختر دہلوی سے مشورۂ سخن کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

سچ ہے اکبر تیری اصلاح غزل کے واسطے — اختر شیریں سخن جیسا سخنور چاہیے

اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دورِ شباب میں شعر و سخن کا اکثر مشغلہ رہا اور مجلسِ شعر و ادب میں ان کی مرکزی حیثیت ہوتی تھی۔ چنانچہ کہتے ہیں:

کہاں پھر شعر گوئی اور کہاں لطفِ سخن سنجی — نجیب آباد میں چرچا یہ اکبر شاہ خاں تک ہے

اکبر شاہ خاں کی نظمیں اور غزلیں ان کے رسالہ عبرت میں شائع ہوئی ہیں جن سے ان کی پختگیِ کلام کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا اُردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے، اسی شعری ذوق کی وجہ سے اکبر شاہ صاحب کے تعلقات مولانا حسرت موہانی سے بھی ہو گئے۔

تعلیم سے فراغ حاصل کرنے کے بعد مولانا اکبر شاہ خاں تقریباً ۹۸، ۱۸۹۷ء میں صیغۂ تعلیم میں منسلک ہو گئے۔ پہلے وہ نجیب آباد کے مڈل اسکول میں ٹیچر رہے پھر وہیں ہائی سکول میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کے خلاف آریہ سماج تحریک زوروں پر تھی، شدھی اور سنگھٹن کا ہنگامہ برپا تھا۔ مولانا اکبر شاہ جوشیلے نوجوان تھے، ان کے دل میں مذہب و ملت کا درد تھا۔ ایک آریہ سماجی اپدیشک قصبہ نجیب آباد میں آدھمکا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی شروع کردی۔ مولانا اکبر شاہ خاں کی حمیت ایمانی اور غیرت اسلامی جوش میں آئی۔ انھوں نے آریہ اپدیشک سے ٹکر لی۔ مباحثہ و مناظرہ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ وہ آریہ ایک گرگ باراں دیدہ اور مولانا ایک ناتجربہ کار نوجوان، بات بنتی نظر نہ آئی۔ اتفاق سے اسی دوران میں ان کو اس زیرِ بحث موضوع پر مرزائے قادیان کی کوئی کتاب ہاتھ لگ گئی، انھوں نے اس کتاب کے مطالب ذہن نشین کر لیے، اس آریہ سماجی کو مباحثہ میں مات دے دی اور اسے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔

اگرچہ اس معرکے میں مولانا اکبر شاہ خاں کو کامیابی نصیب ہوئی مگر وہ خود ایک جال میں پھنس گئے۔ اس زمانے

میں قادیانی تحریک زوروں پر تھی، ممکن ہے کوئی مبلغ بھی محرک ہوا ہو۔ غرض مولانا اکبر شاہ خاں قادیان پہنچ گئے۔ مرزائیت کے زمرے میں شامل ہو گئے اور حکیم نورالدین سے متاثر ہو کر اس کے گرویدہ ہو گئے، وہیں ملازمت کر لی۔ اب اکبر شاہ خاں نجیب آبادی سے قادیانی ہو گئے۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۴ء تک وہ قادیان میں رہے۔ تقریباً پانچ سال تک مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں مڈل اور انٹر کی جماعتوں کو اردو اور فارسی پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ تعلیم الاسلام کے بورڈنگ سپرنٹنڈنٹ ہو گئے۔ مولانا اکبر شاہ خاں اپنے فرائض منصبی انجام دینے کے بعد زیادہ وقت حکیم نورالدین کے درس یا مطب میں گذارتے تھے یا پھر طلبا کو قرآنِ کریم کا درس دیتے تھے۔

چونکہ مولانا اکبر شاہ خاں کی وابستگی بڑی حد تک حکیم نورالدین سے تھی لہٰذا حکیم صاحب کے فوت ہو جانے کے بعد ان کا قادیان میں رہنا مشکل ہو گیا اور وہ وہاں کے نظام سے کشیدہ خاطر ہو کر "لاہوری جماعت" سے وابستہ ہو گئے۔ انھوں نے قادیان کے ناخوشگوار ماحول اور مرزا بشیر الدین محمود کے نامناسب رویہ کی شکایت اپنے اکثر خطوں میں مولوی محمد علی ایم۔ اے اور ڈاکٹر بشارت احمد سے کی ہے۔

قادیانی جماعت سے انقطاع کر کے مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آباد چلے آئے مگر لاہوری جماعت نے ان کو پھر بلا لیا اور وہ وسط ۱۹۱۵ء تک لاہور میں رہے۔ اس دوران میں وہ اشاعت اسلام کالج لاہور میں تاریخ کے استاد اور "پیغام صلح" لاہور کے ایڈیٹر رہے۔ بعد ازاں مولانا نجیب آبادی کا تعلق لاہوری جماعت سے بھی ختم ہو گیا اور انھوں نے اپنے آبائی مذہب اہل سنت کی طرف رجوع کر لیا اور ان لوگوں سے کوئی رابطہ و واسطہ نہ رکھا۔ اور وہ بھی مولانا اکبر شاہ خاں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول گئے۔ اس سلسلے میں مولانا اکبر شاہ خاں کا ایک مختصر سا بیان یکم نومبر ۱۹۳۵ء کو "مدینہ" بجنور میں شائع ہوا ہے جسے یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

"میرے ایک دوست کو حال ہی میں کسی قادیانی صاحب کی صحبت کا موقع ملا۔ وہ قادیانی علمِ کلام اور قادیانی دلائل سے بہت کچھ متاثر اور قادیانی مخصوص عقائد کو غالباً قبول کر چکے ہیں۔ میرے پاس انھوں نے چند سوالات لکھ کر بھیجے ہیں، جن کی زبان اور لہجے میں تعریضات بھی نشتر زن ہیں۔ میں شاید ان کے نشتر کی نسبت اپنی تلوار کی نوک سے زیادہ سلیقہ سے کام لے سکتا ہوں، لیکن اس جراحی اور فصادی سے میرا جی متلاتا ہے، صرف نفسِ مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ ان کے پہلے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ "تو قادیان میں کئی سال تک قادیانی بن کر رہا۔ اب قادیانیت سے کیوں منحرف ہے۔ کیا یہ متلون مزاجی اور رائے کی کمزوری نہیں"۔ اس قسم کا سوال مجھ سے مولانا حکیم اللہ صاحب بجنوری مرحوم نے بھی کیا تھا۔ میں نے اُن کے پاس جواب میں یہ مشہور شعر

لکھ کر بھیج دیا تھا :

زنقص تشنہ لبی داں بہ عقل خویش مناز   دلت فریب گر از جلوہ سراب نخورد

اتفاق سے ۱۹۱۵ء میں آگرہ اور اس کے نواح میں آریوں کی سرگرمیاں تیز ہوگئیں۔ نومسلم راجپوتوں میں آریوں نے ایک منصوبے کے تحت کام شروع کر دیا۔ ان سرگرمیوں کا حال سن کر مولانا اکبر شاہ خاں کا خون کھول گیا۔ اور انھوں نے چار ماہ کا ایک تبلیغی پروگرام بنایا۔ مولانا نے نجیب آباد، منڈاور، بجنور، نگینہ، مرادآباد، علی گڑھ، شکوہ آباد، مین پوری، فتح گڑھ، فرخ آباد، قنوج، کانپور اور مفصلات کا دورہ کیا۔ حالات کا جائزہ لیا۔ آریوں کا رد بلیغ کیا۔ اس وقت کے رسائل صحیفہ (بجنور)، المشیر (مرادآباد)، المیزان (علی گڑھ) وغیرہ نے مولانا اکبر شاہ خاں کی ان تبلیغی خدمات کو سراہا اور ان کی تبلیغی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

جب مولانا اکبر شاہ خاں تبلیغی دوروں سے واپس آئے تو انھوں نے نجیب آباد سے ایک تاریخی ماہ نامہ "عبرت" جنوری ۱۹۱۶ء میں جاری کیا اور مارچ ۱۹۱۷ء تک یہ رسالہ نکلتا رہا۔ اس میں علمی، تحقیقی اور تاریخی مضامین شائع ہوتے تھے۔

۱۹۱۷ء میں مولانا نجیب آبادی پھر لاہور آگئے اور ۱۹۲۱ء کے وسط تک وہاں ان کا قیام رہا۔ اس مرتبہ وہ دیال سنگھ کالج، مسلم ہائی اسکول اور سینئر لوکل کیمبرج کالج میں اردو اور فارسی کے استاد رہے۔ ہوسٹل کی نگرانی بھی ان کے سپرد تھی۔ ہوسٹل میں وہ پانچوں وقت نہایت باقاعدگی سے باجماعت نماز پڑھتے تھے اور امامت خود کرتے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد نصف گھنٹے قرآنِ مجید کا اور نمازِ عشا کے بعد امام غزالی کی احیاء علوم الدین کا درس دیتے تھے۔ طلبہ کو ہمیشہ ورزش کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں وہ ایک اخبار "منصور" لاہور کے مدیر بھی رہے۔

ان ہی دنوں مولانا ظفر علی خاں گرفتار ہوگئے۔ انھوں نے اپنے صاحبزادے اختر علی خاں کی معرفت مولانا اکبر شاہ خاں کو پیغام بھیجا :

"میں پہلے بھی کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں اور اب بھی ایک قیدی کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ آپ دفتر زمیندار میں تشریف لے جائیں اور اس کام کو سنبھالیں۔"

یہ پیغام ملتے ہی مولانا اکبر شاہ خاں نے کالج کی ملازمت سے استعفا دے دیا اور اخبار زمیندار کو سنبھال لیا۔ تقریباً ایک سال تک زمیندار سے وابستہ رہے۔ اس زمانے کے اکثر واقعات پروفیسر حمید احمد خاں مرحوم (متوفی ۲۲ مارچ ۱۹۷۴ء) نے راقم الحروف کو سنائے، جن سے مولانا نجیب آبادی کی فرض شناسی، احساس ذمہ داری، سادہ

معیشت اور چھوٹوں سے شفقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۹۲۱ء کے وسط میں وہ زمیندار کی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہو کر نجیب آباد آ گئے اور اپنا رسالہ "عبرت" دوبارہ نومبر ۱۹۲۱ء میں جاری کر دیا جو دسمبر ۱۹۲۲ء تک چلتا رہا۔

مولانا اکبر شاہ خاں کا رسالہ "عبرت" علمی و تحقیقی اعتبار سے بلند پایہ تھا اگرچہ رسالے میں زیادہ تر مضامین خود مولانا اکبر شاہ خاں کے ہوتے تھے مگر اس دور کے نامور اہلِ قلم اور دانشور مثلاً مولانا عبدالحلیم شرر، مولانا اسلم جے راج پوری، آغا رفیق بلند شہری، پروفیسر جمیل الرحمٰن، تلیل الرحمٰن، مولوی ابو الحسن بدایونی، مولانا یعقوب بخش راغب بدایونی بھی "عبرت" میں لکھتے تھے۔ کبھی کبھی علامہ اقبال بھی توجہ فرماتے تھے اور اپنا کلام اشاعت کے لیے بھیجتے تھے۔ وہ "عبرت" کو بالالتزام پڑھتے تھے۔ اپنے ایک خط مورخہ ۱۷ مئی ۲۲ء میں لکھتے ہیں:

"عبرت بڑا مفید کام کر رہا ہے۔ مسلمان بیدار ہو رہے ہیں، انشاءاللہ آپ کا پرچہ ضرور چلے گا۔"

علامہ اقبال ایک اور خط مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۲ء میں لکھتے ہیں:

"امیر خاں پر آپ نے خوب مضمون لکھا، خدا تعالیٰ اس کے جانشینوں کو بھی ہدایت دے کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے دست کش ہو جائیں حضرت ابوبکر صدیقؓ پر بھی خوب مضمون لکھا گیا ہے، میں نے ان کی زندگی کے تمام واقعات ایک شعر میں جمع کر دیے ہیں۔

همتِ او کشتِ ملت را چو ابر ثانیِ اسلام و غار و بدر و قبر

مولانا نجیب آبادی کے ایک مضمون پر علامہ نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۳۵ء میں اس طرح اظہار خیال فرمایا ہے:

"میں دو سال سے بیمار ہوں۔ بہت کم لکھتا پڑھتا ہوں مگر آج آپ کا مضمون جو اخبار "احسان" میں شائع ہوا ہے، دیکھ کر بے اختیار دل چاہا کہ آپ کو اس مضمون پر مبارک باد لکھوں۔ نہایت عمدہ مضمون ہے۔ مجھ سے بے شمار لوگوں نے اس کی تعریف کی ہے۔ اب آپ کے لیے ایک مضمون لکھنا باقی ہے یعنی سلطنت خداداد کی تاریخ ہندوستان میں، اس کو صرف آپ ہی لکھ سکتے ہیں۔"

رسالہ "عبرت" میں کتابوں اور رسالوں پر تبصرے توجہ اور محنت سے لکھے جاتے تھے۔ مولانا نجیب آبادی "عبرت" کا آغاز بالعموم خطبہ ماثورہ اور دعا کے ساتھ کرتے تھے۔ "عبرت" میں شائع شدہ کئی مضمون اپنی مقبولیت و افادیت کی وجہ سے کتابی شکل میں شائع ہوئے۔

عبرت ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا تھا لوگ اس کے مشتاق رہتے تھے، اس زمانے کے رسائل و جرائد نے

"عبرت" کا خیر مقدم کیا اور پسندیدہ تبصرے کیے، یہاں تک کہ شتسو دھک کے نام سے "عبرت" کے گجراتی میں ترجمہ کرنے کی تحریک ہوئی مگر افسوس کہ "عبرت" ایک شعلہ مستعجل ثابت ہوا۔

اس زمانے میں شدھی اور سنگھٹن کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئیں۔ مشہور آریہ لیڈر شردھانند کی قید سے رہائی وائسرائے سے ملاقات کے بعد عمل میں آئی اور ہر طرف شدھی کا نرسنگھا بجنے لگا۔ ہندوستان کی فضا مکدر ہو گئی۔ ان حالات کو دیکھ کر مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی بے چین ہو گئے اور آریوں کے توڑ کے لیے میدانِ عمل میں کود پڑے۔ چھ ماہ مسلسل (جنوری ۱۹۲۳ تا جون ۱۹۲۳ء) تبلیغی دوروں میں رہے۔ اس مرتبہ ان کے ہمراہ نجیب آباد کے چند ہم خیال رفقا ڈاکٹر عبدالحمید خاں، مولوی محمد اسماعیل خاں اور حافظ عبدالخالق بھی تھے۔ ان لوگوں نے تبلیغ کا کام خوب کیا اور اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے۔ جب مولانا اکبر شاہ خاں تبلیغی دوروں سے واپس آئے تو انھوں نے نجیب آباد میں مستقل قیام رکھا اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ انھوں نے طے کیا کہ مسلمانوں کو ان کے شاندار تاریخی کارناموں اور تاریخ سے روشناس کرایا جائے۔ اس طرح تاریخ سے روشناسی اور آگاہی ان کی بیداری اور تعمیرِ ملت میں بڑی مددگار ثابت ہوگی۔ اگرچہ اس موقع پر مولانا ظفر علی خاں نے لاہور، مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ اور جنرل نادر خاں (والی افغانستان) نے کابل بلانا چاہا مگر مولانا اکبر شاہ خاں نے نجیب آباد میں رہ کر تصنیف و تالیف کے کام کو ترجیح دی۔ ان کے بعض احباب نے جن میں سر راس مسعود، علامہ اقبال اور نواب اکبر خاں آف ہوتی شامل تھے، کئی مرتبہ کوشش کی کہ وہ نجیب آباد سے نکل کر لاہور، بھوپال، حیدرآباد یا علی گڑھ آ جائیں مگر وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ ایک مرتبہ ریاست حیدرآباد نے بھی انھیں اپنے یہاں بلایا لیکن وہ نہیں گئے۔

مولانا اکبر شاہ خاں نے تیرہ چودہ سال جم کر کام کیا اور اُردو زبان کے تاریخی و علمی سرمائے میں گراں قدر اضافہ کیا۔ جو کام علمی اداروں اور انجمنوں کے کرنے کا تھا وہ مولانا نے تن تنہا کر دکھایا۔ جون ۱۹۳۷ء میں ان کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دست اور سوءِ ہضمی کا عارضہ لاحق ہوا۔ علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اپریل ۱۹۳۸ء میں وہ تبدیلیِ آب و ہوا کی غرض سے جوالاپور گئے مگر بے سود، وقتِ موعود آ چکا تھا۔ ۱۰ مئی ۱۹۳۸ء کو عظیم مؤرخ و مصنف مولانا اکبر شاہ خاں نے عالمِ آخرت کی راہ لی۔ نعش جوالاپور سے نجیب آباد لائی گئی اور محلہ ضابطہ گنج کی سرور والی مسجد کے جانبِ غرب تدفین عمل میں آئی۔

مولانا اکبر شاہ خاں کی سپاہیانہ زندگی تھی۔ کھدر کا لباس ہوتا تھا۔ عام طور سے قمیص، شلوار اور شیروانی پہنتے

تھے، کبھی کبھی پگڑی بھی باندھتے تھے۔ جہاد کی آرزو اور شوق رہتا تھا۔ مگدر، لاٹھی، تلوار، کمان، تیر، غلیل اور کتابیں ان کی محبوب اشیا تھیں۔ مولانا کے پاس ایک اچھا کتب خانہ تھا۔

قد لمبا، جسم بھرا ہوا، سر صاف، چوڑی پیشانی، آنکھیں بڑی بڑی، گھنی داڑھی، متین چہرہ، آواز بلند، چال تیز، صبح کو دو میل بھاگتے تھے، لاہور سے جہانگیر کے مقبرے تک پاپیادہ جانا اور واپس آنا ان کا معمول تھا۔ تیراک بھی بہت اچھے تھے۔ نبوٹ اور گتکے میں اچھی خاصی مہارت تھی۔ کبھی کبھی شوق میں اسکول کے میدان میں خود اپنے ہاتھ سے اس فن کے کرتب دکھاتے تھے۔ مولانا کو موسیقی سے بھی دلچسپی تھی۔ مکان کچا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے مکان کی دیوار اونچی کرنے کو کہا تو مولانا نے فرمایا کہ مسلمان کی حفاظت خدا کرتا ہے۔

مولانا اکبر شاہ خاں کی سادہ زندگی کا یہ انداز تھا کہ جب امام شاہ لعل شاہ ایڈیٹر شنسودھک (گجراتی) نے مولانا سے سوانح عمری لکھنے کی درخواست کی تو انھوں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں جواب دیا۔

"مکمل سوانح عمری یہ ہے کہ مشت خاک یا قطرۂ ناپاک سے پیدا ہوا ہوں۔ مرنے کے بعد گل سڑ کر کھاد، کیڑوں کی غذا، خاک کے ذرات، ہوا کا غبار بننے والا ہوں۔ اب تک زندگی کا اکثر حصہ غفلت میں گزرا۔ بقیہ ایام کی نسبت کچھ نہیں جانتا۔ خاتمہ کے بخیر ہونے کی آرزو رکھتا ہوں۔ اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو ڈرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے رحم و فضل و کرم و مغفرت و ستاری پر نظر کرتا ہوں، تو امید و حسرت سے لبریز ہو کر بہشت بریں کو اپنی جاگیر یقین کرتا ہوں، اگر خدانخواستہ مجھ کو میری غفلتوں اور گناہوں کی سزا دی گئی تو چیونٹے اور حشرات الارض مجھ سے اچھے ہیں لیکن اگر مجھ سے عفو و عطا کا سلوک ہوا اور جنت مل گئی تو میں دنیا کے ہزارہا بادشاہوں سے زیادہ ذی عزت اور بلند مرتبہ ہوں۔ میرے مورث اعلیٰ کا نام آدم تھا، جس کو فرشتے سجدہ کرتے تھے اور میرے روحانی باپ کا نام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو خیر البشر، سید الرسل، خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ہیں، باقی اس سے زیادہ تفصیل کے لیے گزارش ہے کہ:

اے روزگار در گزر از چون و چندما ہیچم و ہیچ را نخرد ہیچ کس بہیچ

اب ہم مولانا اکبر شاہ خاں کے تصنیفی و تالیفی کام کا جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ تاریخ نجیب آباد: ۱۹۰۱ء میں ایک مختصر سی کتاب نجیب آباد، نواب نجیب الدولہ اور ان کی اولاد کے حال میں لکھی۔ یہ مولانا نجیب آبادی کی پہلی تالیف ہے اور گوہر ہند پریس نجیب آباد ہی سے شائع ہوئی۔ اس

مضمون کو مولانا نے نظر ثانی کے بعد "عبرت" کی چار اشاعتوں فروری ۱۹۱۶ء تا مئی ۱۹۱۶ء میں دوبارہ شائع کیا۔

۲۔ ورزش جسمانی : ورزش جسمانی کے موضوع پر انھوں نے یہ کتاب دل چسپ انداز میں لکھی ہے۔ اس میں بعض ورزشوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے اور ہلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ سے ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔

۳۔ مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین : حکیم نور الدین نے اپنے حالات مولانا نجیب آبادی کو خود املا کرائے، ان کی ترتیب و تہذیب کے بعد یہ کتاب پہلی مرتبہ میگزین پریس قادیان سے ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی بعد کو لاہوری پارٹی شائع کرتی رہی۔

۴۔ اردو زبان دانی : اردو زبان دانی کے نام سے ایک مختصر سا رسالہ لکھا جس میں اردو زبان کے قواعد لکھے ہیں ۔ یہ کتاب طلبا کی نصابی ضرورت سے تالیف کی۔ حمیدیہ سٹیم پریس لاہور سے اپریل ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی

۵۔ اکابر قوم : اس چھوٹے سے رسالے میں انھوں نے علما، امرا اور فقرا کے پوست کندہ حالات بیان کیے ہیں، پیرایۂ بیان دلچسپ ہے۔ یہ رسالہ صوفی اینڈ کمپنی پنڈی بہاء الدین سے کئی مرتبہ شائع ہوا۔

۶۔ مذہب اور تلوار : مولوی محمد علی ایم اے کی تحریک پر یہ کتاب تالیف کی، انھوں نے تاریخی شہادتوں سے ثابت کیا کہ اسلام کی اشاعت تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اسلام کی سیدھی سادی تعلیم کا یہ اعجاز تھا کہ اسلام دنیا میں پھیلا۔ محمد علی نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کرکے گاندھی جی کو پیش کیا۔ فروری ۱۹۱۹ء میں پنڈی بہاء الدین سے یہ کتاب شائع ہوئی۔

۷۔ غنی کشمیری : محمد طاہر غنی کشمیری کے حالات زندگی اور شاعری پر ایک مختصر سی کتاب لکھی جسے فوق کشمیری نے رجب ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں جارج اسٹیم پریس میں طبع کرا کے شائع کیا۔

۸۔ سپاہیانہ زندگی : مولانا نجیب آبادی ایک سپاہی قبیلے کے فرد تھے، بہادری وجانبازی ان کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ انھوں نے اپریل ۱۹۲۳ء میں ایک تبلیغی سفر کے دوران یہ کتاب لکھی۔

۹۔ تاریخ اسلام (تین حصے) : تاریخ اسلام کی تالیف مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ انھوں نے نہایت محنت اور تحقیق سے تاریخ اسلام تین حصوں میں لکھی۔ پہلے حصے میں عہد جاہلیت سے لے کر خلافت راشدہ تک کا بیان ہے۔ دوسرا حصہ عہد بنو اُمیہ اور بنو عباس پر مشتمل ہے، اس میں مسلمانوں کے عہد کشور کشائی، تمدن آفرینی اور قیادت علمی کے عروج کی مکمل داستان بیان کی ہے۔ تیسرے حصے میں اندلس مراکش، افریقہ، مصر، ایران، شام وغیرہ کی اسلامی سلطنتوں کے حالات شرح و بسط سے بیان ہوئے ہیں، اس میں

بنو امیہ (اندلس)، دولتِ صفاریہ، سلجوقیہ، عثمانیہ، مغولانِ چنگیز اور خوارزم شاہیہ کا تذکرہ بھی تفصیل سے ملتا ہے۔ یہ کتاب محرم ۱۳۴۳ھ میں مکمل ہوئی۔ "تاریخ اسلام" تاریخی نام ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن پنڈی بہاء الدین سے شائع ہوا۔ اب نفیس اکیڈیمی کراچی نے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

۱۰۔ حجۃ الاسلام : اس کتاب میں اسلام کی بنیادی تعلیم بیان کی گئی ہے اور تبلیغِ اسلام کے بہترین طریقے بتائے گئے ہیں۔ یہ کتاب خاصی مقبول ہوئی۔ حجۃ الاسلام پڑھ کر علامہ اقبال نے سو روپیہ مولانا نجیب آبادی کو بھیجے کہ حجۃ الاسلام کے نسخے مستحق لوگوں کی خدمت میں بلا قیمت بھیجے جائیں۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

۱۱۔ آئینہ حقیقت نما : یہ کتاب تاریخ تحقیق کا اعلیٰ نمونہ ہے مسلمان بادشاہوں پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں اس کتاب میں ان کے محققانہ و مجتہدانہ جواب دیے گئے ہیں۔ محمد تغلق کے دور پر نہایت وضاحت و صراحت سے لکھا گیا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۲۸۔۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۵۸ء میں نفیس اکیڈیمی کراچی نے دوبارہ شائع کیا۔ ڈاکٹر سید محمود (بہار) نے جیل میں اس کتاب کے کچھ حصے کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا مولانا محمد علی جوہر نے یہ کتاب تحفۃً گاندھی جی کو پیش کی تھی۔ خواجہ حسن نظامی نے اسے پڑھنے کے بعد فرمایا کہ اگر میں صاحبِ استطاعت ہوتا تو مولانا اکبر شاہ خاں کو موتیوں میں تول دیتا۔

۱۲۔ پردہ پر ایک نظر : یہ رسالہ انھوں نے اس وقت لکھا تھا جب امیر امان اللہ خاں یورپ کی سیاحت کر کے افغانستان آئے تھے اور اخباروں میں پردہ کے متعلق بکثرت مضامین لکھے جا رہے تھے۔

۱۳۔ خان جہاں لودھی : اس کتاب میں فاضل مؤلف نے عہدِ جہانگیری کے بہادر سپہ سالار خان جہاں لودھی کی زندگی کے حالات دلچسپ اور بصیرت افروز انداز میں لکھے ہیں۔

۱۴۔ خواص خاں ولی : شیر شاہ سوری کے مشہور سپہ سالار خواص خاں ولی کے حالات محنت اور تحقیق سے لکھے ہیں۔ یہ رسالہ جنوری ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔

۱۵۔ قولِ حق : اس کتاب میں ملتِ اسلامیہ کے زوال کی مجمل تاریخ بیان کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ کن کن فرقوں نے ملتِ اسلامیہ کی بیخ کنی میں کیا کیا کردار ادا کیا ہے، اور مسلمانوں کی قائم شدہ سلطنتوں اور حکومتوں کو مٹانے میں مجوسیوں اور عجمیوں نے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں۔ قولِ حق کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۹ء میں نجیب آباد سے اور ۱۹۴۹ء میں دوسرا ایڈیشن نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ تیسرا ایڈیشن حافظ محمد اکیڈیمی

کراچی کی طرف سے راقم الحروف کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

۱۶۔ جنگِ انگورہ : اس کتاب میں تیمور اور سلطان بایزید یلدرم کی مشہور جنگِ عظیم کا نقشہ کھینچا ہے۔ ایشیائے کوچک اور متصلہ ممالک کا جغرافیہ، تیمور اور اس کے خاندان کے حالات، بایزید یلدرم اور خاندانِ عثمانیہ کی ابتدائی تاریخ، سلاجقہ روم کے حالات اور سلطنتِ عثمانیہ کے سامنے یورپ کے حکمرانوں کے بے حیثیت ہونے کا حال بیان کیا گیا ہے۔ پہلے یہ مضمون عبرت میں لکھا گیا، بعد ازاں ۱۹۳۱ء میں کتابی صورت میں شائع ہوا۔

۱۷۔ نواب امیر خاں : ریاست ٹونک کے بانی نواب امیر خاں کے حالات اختصار سے قلم بند کیے ہیں۔ پہلے یہ مضمون ماہنامہ "عبرت" میں نکلا تھا۔ پھر اپریل ۱۹۳۱ء میں کتابی صورت میں شائع ہوا

۱۸۔ مسلمانانِ اندلس : اس مختصر سی کتاب میں اندلس میں مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی جھلک دکھائی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔

۱۹۔ باطل شکن : ایک پادری نے تاویل القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھ کر مسلمانوں میں تقسیم کی اور ان کو ورغلایا۔ مولانا نجیب آبادی نے اس کتاب کا مسکت جواب باطل شکن کے نام سے لکھا۔ یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔

۲۰۔ مقدمہ تاریخ ہند قدیم : یہ کتاب علمِ تاریخ پر ایک مختصر مقدمہ ہے۔ اس میں ہندوستان کے عہدِ قدیم کی تاریخ کے علمی اصول اور آریہ قوم کی تحقیق پر عالمانہ اور محققانہ بحثیں ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔

۲۱۔ معیار العلما : اس کتاب میں بتایا ہے کہ علمائے سُو اور پیشہ ور پیروں سے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کو کس قدر نقصان پہنچا ہے۔ یہ کتاب دسمبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔

۲۲۔ نظامِ سلطنت : یہ نہایت اہم تصنیف ہے۔ اس میں ناقابلِ انکار دلیلوں اور تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ دنیا کے تمام حکومتی نظام انسان کو حقیقی امن و راحت اور عدل و مساوات دینے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ یہ برکات صرف اسلامی نظام ہی دے سکتا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔

۲۳۔ اسلام اور اچھوت اقوام : ہندو معاشرے میں اچھوتوں کی حالت جانوروں سے بدتر رہی ہے۔ مولانا نجیب آبادی نے اس رسالے میں بتایا ہے کہ اسلام میں اُن کا مستقبل کتنا درخشاں ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔

۲۴۔ فصل الخطاب : مولانا اکبر شاہ خاں کچھ دنوں خاکسار تحریک سے وابستہ رہے۔ لیکن جب خاکسار لیڈر عنایت اللہ مشرقی کے افکار و احوال اور اندرونی نظام سے واقف ہوئے تو انھوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔

اور مشرقی کی کتاب ''قولِ فیصل'' کا جواب ''فصل الخطاب'' کے نام سے لکھا۔ یہ کتاب مئی ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی۔

۲۵۔ حج بیت اللہ : ترغیب حج کی غرض سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے تاکہ وہ لوگ جو حج کی استطاعت کے باوجود اس فریضہ سے محروم رہتے ہیں، حج کی سعادت حاصل کر سکیں۔ مدینہ پریس بجنور میں یہ رسالہ طبع ہوا۔

۲۶۔ گائے اور اس کی تاریخی عظمت : گائے ہندوستان میں ایک مابہ النزاع مسئلہ رہی ہے، اس کے نام پر مذہبی و سیاسی ہنگامے ہوتے ہیں۔ مولانا نجیب آبادی نے ''عبرت'' میں ایک مضمون لکھا اور تاریخ کی روشنی میں اس مسئلے کا تجزیہ کیا۔ بعد ازاں یہ مضمون کتابی صورت میں شائع ہوا۔

۲۷۔ وید اور اس کی قدامت : مولانا نجیب آبادی نے اس موضوع پر ایک تاریخی مضمون ''عبرت'' میں کئی قسطوں میں لکھا تھا جو بعد کو کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اس میں انھوں نے وید کی قدامت پر محققانہ تبصرہ کیا ہے اور ویدوں کی قدامت کا راز علمی دلائل کی روشنی میں منکشف کر کے دکھایا ہے۔ یہ کتاب یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں چھپی ہے۔

۲۸۔ ہندو مسلمانوں کا اتفاق : اس عنوان سے مولانا نجیب آبادی نے ایک مفصل مضمون پیغام صلح (لاہور) میں کئی قسطوں میں لکھا تھا۔ اپریل ۱۹۱۶ء کے عبرت میں ایک اعلان چھپا کہ یہ مضمون نظر ثانی و اضافہ کے بعد کتابی صورت میں شائع ہو رہا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ اعلان عملی صورت اختیار نہ کر سکا۔

۲۹۔ مسلمانانِ ہند کی تعلیم و ترقی : آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (علی گڑھ) کے آنریری سکریٹری نے مسلمانانِ ہند کی تعلیم و ترقی کے بارے میں ایک سوال نامہ شائع کیا تھا۔ مولانا نجیب آبادی نے اس کے جواب ایک رسالے کی صورت میں لکھے۔

مولانا اکبر شاہ خاں نے چند رسالے بعض مصالح کے تحت اپنے اعزہ کے نام شائع کیے ہیں اگرچہ وہ رسالے تمام تر مولانا کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ (۱) احقاقِ حق (گاندھی جی کی سوانح عمری ''تلاشِ حق'' پر تبصرہ)۔ (۲) تاریخِ مرہٹہ۔ (۳) لا الٰہ الا اللہ۔ محمد ادریس خاں کے نام سے اور (۴) اورنگ زیب عالمگیر دوسروں کی نظر میں'' محمد ایوب خاں کے نام سے شائع ہوئے ہیں

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی تصنیفات سے اردو زبان میں قابلِ قدر اضافہ ہوا، علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۳۵ء میں ''نظامِ سلطنت'' کی رسید دیتے ہوئے مولانا نجیب آبادی کی تصانیف پر مندرجہ ذیل مختصر مگر جامع تبصرہ فرمایا ہے:

''بڑی مدت کے بعد آپ کی خیریت معلوم ہوئی اور کتاب بھی ملی۔ بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں میں ایک سال سے صاحب فراش ہوں۔ تمام مشاغل ترک ہیں تاہم آپ کی کتاب کی ورق گردانی کی اور اسے مفید پایا۔ آپ کی تصانیف اُردو لٹریچر میں قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ اس سے تمام پڑھنے والوں کے نقطۂ نگاہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور یہی اس ملک کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔''